طلاقِ تعسّف شریعتِ اسلامیہ اور معاصر قوانین کی روشنی میں

(The Abuse of the Right of Divorce from the Perspective of *Shar┘ ‘ah* and Contemporary Law)

محی الدین ہاشمی*

Abstract:

There has been a consensus among Muslim jurists regarding the right of divorce that it belongs to husband. Anyhow, this right has not been considered as an absolute & unconditional one; rather, it has to be exercised only in exceptional & real hardship situations. So it would be an abuse of right & an unlawful act if this right is exercised without a justified reason. Consequently, the person committing this abuse should be liable to compensate the damage caused by his action (whether the damage is of physical & marital nature or of mental & psychological nature). Muslim jurists have named this kind of abuse as "═ *al┐ q al-ta‘assuf*".

Different opinions of Muslim jurists have been analyzed in this article with the suggestion that the matter, being signification in nature especially in contemporary scenario, needs serious consideration for framing appropriate laws to safeguard the abuse of divorce right granted by *shar┘ ‘ah* to husband.

بالعموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے خاوند کو بیوی سے خلاصی کے لیے طلاق کی اجازت دی ہے اور اس پر سوائے شارع کی طرف سے مقرر کردہ مہر، نفقۂ عدّت اور متاع کے کوئی چیز لازم نہیں ہوتی اور طلاق محض شخصی فائدہ کے لیے ہے کہ اس کے ذریعے رشتۂ زوجیت، جس میں محبت اور رحمت نہ ہو، سے خلاصی حاصل کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت کی رو سے یہ تصوّر صحیح نہیں کہ بغیر سبب کے بیوی کو طلاق دی جائے۔ اسلام میں بیوی کو اچھے طریقے سے رکھنے کا حکم ہے اور بغیر سبب کے طلاق دینے کی حرمت پر تمام مسلم فقہاء کا اتفاق ہے۔[1] نیز طلاق کا حق تمام دیگر حقوق کی طرح عدمِ ضرر کے ساتھ مشروط ہے اور صاحبِ حق کے لیے اپنے اس حق کو بایں طور استعمال کرنا درست نہیں کہ وہ جب چاہے جیسے چاہے اسے استعمال کرے۔ شریعت کے مجوّزہ مقاصدِ طلاق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اگر کوئی اپنے حقِ طلاق کو عمل میں لائے تو یہ طلاقِ تعسّفی کہلائے گی۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکرِ اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ایسی احادیث جن میں طلاق دینے میں جلدی نہ کرنے اور اس سے قبل خوب سوچ بچار کر لینے کی طرف اشارہ ہے، ان میں اس بات کی طرف بھی اشا رہ ہے کہ بغیر کسی اشد ضرورت کے طلاق نہ دی جائے ۔ ذیل میں چند احادیث کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے :

"لا تُطَلِّقُوا النِّسَاءَ، إلا مِنْ رِيبَةٍ، فَإِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الذَّوَّاقِينَ وَلا الذَّوَّاقَاتِ"[2]

"عورتوں پر جس وقت تک بدکاری کا شک نہ ہو انھیں طلاق نہ دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ لذتیں لینے والوں اور لذتیں لینے والیوں کو پسند نہیں فرماتے"

"تَزَوَّجُوا ولا تُطَلِّقُوا فإِنَّ الطَّلاقَ يَهْتَزُّ مِنْهُ العَرْشُ"[3]

"شادی کرو اور طلاق نہ دو کیوں کہ طلاق سے اللہ کا عرش ہل جاتا ہے"

"أبغض الحلال عند الله الطلاق"[4]

"اللہ کے ہاں حلال کاموں میں سب سے ناپسندیدہ حلال کام طلاق ہے"

قرآنِ کریم کی کئی آیات میں بغیر کسی وجہ اور سبب کے طلاق سے بچنے کا حکم ہے اور بغیر ضرورت طلاق کے حرام و مروہ ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔[5] نبی ﷺ کی سنّت سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے کہ شدید ضرورت اور حاجت نہ ہو تو طلاق دینا ظلم ہے۔ چونکہ اس طریقے سے شادی کی نعمت اور ایک مقدس رشتے کو توڑنے سے کفرانِ نعمت لازم آتا ہے اس لیے یہ ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ ازدواجی زندگی فرد، خاندان اور بقاءِ نسلِ انسانی کے لیے مشروع ہے جب کہ طلاق میں اس مصلحت کا ابطال ہے چنانچہ یہ باعثِ فساد ہے۔[6]

حقِ طلاق کے حوالے سے ایک رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا مکمل اختیار مرد کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور وہ اپنے اس حق کو جس وقت چاہے استعمال کر سکتا ہے، اور اس سلسلے میں وہ کسی کو جوابدہ نہیں ہے۔[7] چنانچہ طلاق دینے والے پر اس وقت تک جرمانے یا معاوضہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے حقِ طلاق کو، جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے ، استعمال کرے۔ اس رائے کے قائلین درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طلاق دینے کی اباحت پر دال ہے۔[8]

"وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنُّ أَوْ تَفْرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةً"[9]

"تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے [اپنی منکوحہ] عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہے"

اسلامی ممالک میں اس رائے کے مطابق فیصلے بھی مو جود ہیں کہ طلاق خاوند کا حق ہے جس پر خاوند کو کوئی جرمانہ نہیں ہو سکتا، چاہے وہ بغیر کسی سبب کے ہی طلاق دے کیوں کہ یہ مرد کے مباح حقوق میں سے ہے۔[10]

مصر کے محکمۂ استناف نے 1927 میں یہ فیصلہ دیا تای کہ شرعی حکم کی روسے نکاح کر لینے کے بعد طلاق خاوند کا حق ہے۔ نیز معاہدۂ نکاح کے وقت بیوی شوہر کے اس حق سے واقف تھی اور جانتی تیک کہ اس عقد کے کیا نتائج نکل ستے ہیں۔ چنانچہ اب بصورتِ طلاق اس کے لیے قانونی چارہ جوئی کی اجازت نہیں۔ شریعت کا وہ قانون جس کے ذریعے اس کے لیے عقدِ زوجیت لازم ہوا ہے اس کی رو سے اس کے لیے مہر اور نفقہ کے عوض حقِ طلاق ساقط ہو جاتا ہے۔ نیز معاوضہ کی بحث اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ اسبابِ طلاق میں غور کیا جائے جس سے ازدواجی زندگی کے ایسے راز افشا ہوتے ہیں جن کا افشا نامناسب نہیں ہوتا۔ مزید بر آں مصلحتِ عامہ تقاضا کرتی ہے کہ خاوند پر بیوی کے نفسیاتی واخلاقی یا جسمانی عیوب کے باوجود اس کے ساتھ زندگی گزارنا لازم نہیں ہونا چاہیئے۔ اس صورتِ حال میں طلاق دینے کی وجہ سے آدمی پر کوئی جرمانہ یا معاوضہ مقرر کرنا گویا اِس ناگوار حالت کو قبول کرنے پر زبردستی واکراہ ہے۔[11]

بنابریں حقِ طلاق کے سوءِ استعمال کو روکنے کے لیے وقوعِ طلاق کو عدالت کی اجازت کے ساتھ مشروط کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلاق میں تعسّف کو ثابت کرنا یعنی اس بات کا ثبوت کہ خاوند نے بغیر کسی شرعی حاجت کے طلاق دی ہے، عدالتی ثبوت کے معروف طریقوں اور معیاروں سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔ اس لیے کہ طلاق میں اکثر اسباب مخفی ہوتے ہیں جن کا کوئی مسلمان کسی سے ذکر بی نہیں کر سکتا اور اللہ نے بیں انہیں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ نیز اس دروازے کا کھلنا ایسی چیزوں کے بارے میں کھوج کرید کی طرف بھی مجبور کرے گا جو نہیں بتانی چاہیں ہی بلکہ عدالتی طریق کار اختیار کرنا گویا خاوند کو مجبور کرنا ہے کہ طبعاً ناگوار بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ایسے جھوٹے الزامات اختیار کرے جو بیوی کو نقصان پہنچا ئیں۔ ایسے حالات میں بھلا عدالت کیا کر سکتی ہے جب خاوند یہ کہے کہ میں اپنی بیوی کو دلّی طور پر ناپسند کرتا ہوں اور اگر میں اسے رکھوں گا تو بغض اور ضرر کے ساتھ رکھوں گا۔

دوسری رائے کے مطابق خاوند کا اختیارِ طلاق کچھ شرعی حدود وقیود کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور وہ اسے بغیر کسی خاص وجہ کے اور بغیر مقرّرہ اوقات کے طلاق نہیں دے سکتا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جو کہ عند اللہ موجبِ گناہ اور معاشرے کی نظر میں قابلِ ملامت ہے البتہ ایسی صورت میں خاوند سے گرفت اور باز پرس نہیں کی جائے گی سوائے گناہ کے، جب کہ طلاق کسی شرعی سبب اور شدید ضرورت کے بغیر دی گئی ہو۔

اس رائے کے قائلین کہتے ہیں کہ اگرچہ خاوند کو ابتداءً طلاق کا حق حاصل ہے لیکن جب وہ بیوی کو بغیر کسی وجہ وسبب کے طلاق دے تو وہ دیانۃً گناہگار ہوگا۔ مگر قاضی کسی کو اس کے اختیار سے نہیں روک سکتا۔ اگر خاوند کو بیوی سے میلانِ طبع نہ ہو تو اس کا فیصلہ خاوند کے ضمیر اور وجدان پر چھوڑ دیا جائے گا۔ قاضی اس کے خاندانی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے اسے طلاق کے اسباب بتانے پر مجبور نہیں کر سکا دکیوں کہ طلاق کے معاملات میں اصل دیانت ہے، قضاء نہیں۔ بالخصوص ان رازوں کی افشائی جائز نہیں جن سے دوسروں کا آگاہ ہونا مناسب نہیں۔ پھر طلاق دینے کی وجہ ہر آدمی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے ، کبھی تو یہ نفسیاتی یا جسمانی بیماری کی بناء پر ہوتی ہے یا کسی ایسی وجہ کی بناء پر کہ اس کے باعث خاوند کے لیے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے اور کبھی یہ ضرورت اس نوعیت کی ہوتی ہے جس کا چھپانا مناسب ہوتا ہے اور لوگوں میں اس کا اعلان کرنا یا اطلاع دینا درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا طلاق دینے والے خاوند پر معاوضہ کی ادائیگی لازم کرنا صحیح نہیں ہے۔

تیسری رائے کے مطابق بلا کسی جائز سبب کے (جو طلاق پر مجبور کردے) مرد کو طلاق کا حق نہیں ہے اور طلاق کی صورت میں وہ عواقب کو برداشت کرے گا یعنی مطلّقہ کو ذہنی، جسمانی اور مالی نقصان کا معاوضہ ادا کرے گا جس کی طلاق کے بعد مطلّقہ اس بناء پر مستحق ہوتی ہے کہ بغیر سبب کے اس کو ضرر پہنچا ہے اور شوہر نے بلا سبب طلاق دے کر اپنے حق کا سوءِ استعمال (تعسّف) کیا ہے۔

اس رائے کے قائلین کے مطابق مرد کے پاس اگرچہ طلاق کا حق ہے اور وہ اسے اپنی آزادانہ مرضی سے استعمال کر سکتا ہے تاہم جب مقدّمہ عدالت میں پیش ہوگا تو عدالت کے حکم کا پابند ہوگا۔ اگر کسی نے طلاق کا حق استعمال کیا اور عدالت نے اسے تعسّف قرار دیا تو اس کے ذمے مطلّقہ بیوی کو معاوضہ دینا واجب ہوگا۔

بعض مسلم ممالک کے قوانین میں طلاق کا حق مرد سے سلب کر کے اسے عدالت کے سپرد کر دیا گیا ہے[12] جس کی توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ بسا اوقات مرد اپنا یہ حق غلط طور پر استعمال کرتے ہیں۔

تفویض کے باعث جب بیوی حقِ طلاق کی مالک بن جاتی ہے اور اپنے آپ کو طلاقِ تعسّفی دے دیتی ہے (جس کی وجہ سے خاوند کو ضرر پہنچتا ہے) تو اس صورت میں عورت پر بیر معاوضہ لازم آئے گا کیوں کہ شوہر کی طلاقِ تعسّف اور بیوی کے طلاقِ تعسّف میں کوئی فرق نہیں اور دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کو برابر ضرر پہنچتا ہے۔[13]

طلاقِ تعسّف سے متعلق مسلم ممالک کے قوانین کے مطالعہ کی روشنی میں جو معیارات سامنے آئے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

1. خاوند بغیر کسی ضرورت اور سبب کے بیوی کو طلاق دے۔
2. طلاق کے واقع ہونے کا سبب بیوی کا سوءِ تصرّف نہ ہو۔

3. طلاق بیوی کی رضامندی یا مطالبہ پر نہ ہو۔

4. اس طلاق کی وجہ سے مطلّقہ کو ضرر پہنچا ہو۔

مملکتِ شام کے قانون میں حقِ طلاق کو استعمال میں تعسّف کی دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں۔

(الف) مرض الموت میں طلاق یا طلاق الفارّ[14] (یعنی اپنی ذمہ داریوں سے بھاگنے والے کی طلاق)

(ب) بغیر کسی معقول سبب کے طلاق

(الف) مرض الموت کی طلاق

جب خاوند بیوی کو مرضِ موت میں طلاقِ بائن دے یا ایسی ہی کسی صورت میں جو اس کے حکم میں ہے (جیسے کشتی کو غرق ہوتے دیکھ کر بیوی کو طلاق دے) تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ طلاق نافذ ہو جاتی ہے اور شافعیّہ کے ہاں وہ عورت اس کے ترکے میں وارث بھی نہیں ہوتی اگرچہ شوہر بیوی کو وراثت بنانے سے فرار کی غرض سے طلاق دے اور خاوند اس کی عدّت کے دوران ہی فوت ہو جائے، اس لیے کہ طلاقِ بائن زوجیّت کو منقطع کر دیتی ہے۔

شام اور مصر کے قانون میں مرضِ موت میں طلاق کی صورت میں جب کہ خاوند مر جائے اور عورت ابھی عدّت میں ہو، بیوی کی وراثت کے حوالے سے جمہور کی رائے (ماسوائے شافعیّہ کے) کو اختیار کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے عورت وارثت کی مالک ہو گی۔[15] حنابلہ کے ہاں اگرچہ شوہر کی موت عدّت کی مدّت گزرنے کے بعد واقع ہوئی ہو، عورت شوہر کی وراثت میں حصّہ دار ہو گی جب تک اس کی دوسری شادی نہ ہو جائے مالکیہ کے ہاں اگر وہ دوسری جگہ شادی کر لے تب بھی وہ وارث رہے گی۔[16]

(ب) بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق دینا

شامی قانون کے مطابق جب خاوند بیوی کو طلاق دے اور قاضی کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ خاوند نے بغیر کسی معقول سبب کے طلاق دی ہے یعنی حقِ طلاق کے استعمال میں تعسّف کیا ہے جس وجہ سے بیوی کو تنگ دستی اور فاقہ کا سامنا کرنا پڑے گا تو قاضی کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی مالی حالت اور اس کے تعسّف کے درجہ کے مطابق عورت کو اس قدر معاوضہ دلائے جو، نفقۂ عدّت کے علاوہ، تین سال کے نفقہ سے زائد نہ ہو۔ اس سلسلے میں قاضی معاوضہ کی ادائیگی کو یکمشت یا ماہانہ، جیسے بھی اس کے حسبِ حال ہو مقرر کر سکتا ہے۔[17]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کا حق مرد کو حاصل ہے اگر اس کے پاس طلاق دینے کا کوئی شرعی جواز ہو، تاہم یہ اجماع خاوند کے حقِ طلاق کو مطلق نہیں رکھتا کیوں کہ اس حق کے استعمال سے متعلق کچھ شرائط وضوابط مقرر ہیں۔ حقِ طلاق، شدید ضرورت کے تحت ایسی حالت کے لیے ہے جس میں طلاق دینا ازدواجی زندگی گزارنے سے بہتر ہو۔ چنانچہ اگر کوئی خاوند بیوی کو بغیر کسی شدید ضرورت کے طلاق دے تو وہ ممنوع فعل کا مرتکب ہو گا اور اس حق کے بارے میں، جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے، تعسّف کا مرتکب ہو گا۔ نتیجتاً جب خاوند کا طلاق دینے میں تعسّف کا ارتکاب ثابت ہو جائے تو اس پر مرتب ہونے والے آثار یعنی بیوی کو طلاقِ تعسّفی کے سبب پہنچے والے معنوی اور مادی ضرر کا معاوضہ لازم ہو گا کہ نہیں اس بارے میں فقہی آراء کا اختلاف ما قبل میں بیان ہوا ہے اس حوالے سے عراق کے قانون الأحوال الشخصية میں طلاقِ تعسّفی اور اس کے معاوضہ کا تصوّر موجود ہے جو دوسرے عربی قوانین مثلاً مصری، شامی، اردنی اور تیونسی قوانین کے قریب قریب ہے۔[18]

حواشی

[1] دیکھئے: عمر رضا کحالۃ: الطلاق سلسلۃ بحوث اجتماعیۃ، 3

[2] الطبراني، ابو القاسم، سلیمان بن احمد: المعجم الکبیر، حدیث نمبر 1571، 20/167، مسند عبد اللہ بن قیس

[3] ابن عدي، الجرجاني ابو احمد عبد اللہ: الکامل، 5/112

[4] ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني: روضۃ المحدثین، حدیث نمبر 4218، 3/66

[5] اور اس قول کے قائلین قرآن سے یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾ (النساء (4): 34)

(پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو ان پر [ظلم کا] کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بیشک اللہ سب سے بلند سب سے بڑا ہے)

اور ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (النساء(4): 19)

(اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو، پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔)

[6] الزلمي، مصطفی، إبراهيم: مدى سلطان الإرادة في الطلاق في شريعة السماء و قانون الأرض خلال أربعة آلاف سنة، 1/79

[7] ابن الهمام، السيواسي: فتح القدير، 3/22

سعید عبد الکریم مبارک: التعسّف في استعمال الحق، بحث منشور في مجلة القانون المقارن العدد 21 لسنة 1979 دراسة مقارنة، 50

[8] حسن خالد، عدنان نجا: أحكام الأحوال الشخصية في الشريعة الإسلامية، 165

[9] البقرة(2): 236

[10] دیکھئے الصابوني، عبد الرحمن: مدى حرية الزوجين في الطلاق في الشريعة الإسلامية، دراسة مقارنة مع الشرائع السماوية والقوانين الأجنبية وقوانين لأحوال الشخصية العربية، 100

[11] دیکھئے د. عبد الرحمن الصابوني: مدى حرية الزوجين في الطلاق في الشريعة الإسلامية، دراسة مقارنة مع الشرائع السماوية والقوانين الأجنبية وقوانين لأحوال الشخصية العربية، 100

[12] القانون التونسي 1962 الفصل (30) (لايقع الطلاق إلا لدى المحكمة) القانون المصري 1916 (لايجوز أن يطلق زوجته الا بإذن القاضي الشرعي الذي في دائرة اختصاصه مكان الزوج)

بحوالہ د. عبد الرحمن الصابوني: مدى حرية الزوجين في الطلاق في الشريعة الإسلامية، دراسة مقارنة مع الشرائع السماوية والقوانين الأجنبية وقوانين لأحوال الشخصية العربية، 105

[13] دیکھئے د. عبد الرحمن الصابوني: مدى حرية الزوجين في الطلاق في الشريعة الإسلامية، دراسة مقارنة مع الشرائع السماوية والقوانين الأجنبية وقوانين لأحوال الشخصية العربية، 118

[14] طلاق الفارّ (Elopement divorce) یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی کو مرض وفات کے دوران اس لیے تین طلاق دے تاکہ وہ بیوی کو اس کے حصہ کی جائیداد سے محروم کرلے۔ یہ اپنی ذمہ داریوں سے بھاگنے والے کی طلاق ہے۔(د. محمد رواقلعة جي ود. حامد صادق قنيبي: معجم لغة الفقهاء، 341/1)

[15] دیکھئے وھبة الزحيلي: الفقه الإسلامي وأدلته، 9/498

[16] ابن رشد، محمد بن أحمد: بداية المجتهد ونهاية المقتصد، 2/69-68

[17] دیکھئے وھبة الزحيلي: الفقه الإسلامي وأدلته، 9/499

[18] وھبة الزحيلي: الفقه الإسلامي وأدلته، 4/745

مصادر و مراجع

1. القرآن الكريم
2. عمر رضا كحالة: الطلاق سلسلة بحوث اجتماعية، مؤسسة الرسالة، 1977م

3. الطبراني، ابوالقاسم، سليمان بن احمد: المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم-الموصل، الطبعة الثانية، 1404ه/1983م

4. ابن عدي، الجرجاني ابواحمد عبدالله: الكامل، دارالفكر، بيروت، 1409ه/1988م

5. ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني: روضة المحدثين، مركز نورالإسلام لأبحاث القرآن والسنة بالإسكندرية، س-ن

6. الزلمي، مصطفى إبراهيم: مدى سلطان الإرادة في الطلاق في شريعة السماء وقانون الأرض خلال أربعة آلاف سنة، مطبعة العاني-بغداد- 1984م

7. ابن الهمام، محمد بن عبدالواحد، السيواسي: فتح القدير، دارالفكر، بيروت، س-ن

8. سعيد عبدالكريم مبارك: التعسّف في استعمال الحق، بحث منشور في مجلة القانون المقارن العدد21 لسنة1979م

9. حسن خالد، عدنان نجا: أحكام الأحوال الشخصية في الشريعة الإسلامية، دار الفكر، بيروت،

10. الصابوني، عبدالرحمن: مدى حرية الزوجين في الطلاق في الشريعة الإسلامية، دراسة مقارنة مع الشرائع السماوية والقوانين الأجنبية وقوانين الأحوال الشخصية العربية، دار الفكر الحديث للطباعة والنشر القاهرة، 1983م

11. وهبة الزحيلي: الفقه الإسلامي وأدلته، دارالفكر، سوريّة، دمشق، س-ن

12. ابن رشد، محمد بن أحمد: بداية المجتهد ونهاية المقتصد، مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، مصر، الطبعة: الرابعة، 1395ه/1975م